نادرشاہ اور اتحادِ ملّت

(از مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری)

ہر چند کہ نادرشاہ اپنی سفاکیوں کی بدولت چنگیز خاں، ہلاکو اور تیمور وغیرہ کی فہرست میں مندرج ہے لیکن باوجود ان خونریزیوں کے بھی اس کے دل میں مسلمانوں کا درد تھا اور چاہتا تھا کہ اسلامی فرقے باہم متحد ہو جائیں۔

ایران میں شاہان صفویہ نے اپنے اغراض کیلئے خلفائے ثلثہ اور صحابہ کرام کا سب وشتم رائج کر دیا تھا۔ نادر کو یہ دیکھکر سخت رنج ہوتا تھا کہ اس قبیح فعل کی وجہ سے ایرانی تمام عالم اسلامی کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ اور ان میں اور دیگر ممالک کے مسلمانوں مثلاً ہندوستانیوں۔ افغانیوں اور عثمانیوں میں عداوت کی خلیج زیادہ وسیع ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے ہر وقت مصادمت کا خطرہ ہے۔

چنانچہ دشمنوں کو مغلوب اور ممالک کو مفتوح کرنیکے بعد ۱۱۴۸ھ میں صحرائے مغان میں جہاں امرا ایران کا عظیم الشان اجتماع اس لئے ہوا تھا کہ اس کے سر پر ایران کی شہنشاہیت کا تاج رکھا جائے اس نے کہا کہ

"شاہ طہماسپ وشاہ عباس درجہد وسر یرموجود اند۔ ایشانرا یا ہر کس راکہ برازندۂ افسر سروری دانند بریاست و سلطنت بردارند۔ ما آنچہ حق کوشش بود دریں چند سال بجا آوردیم وولایات ایشانرا با اُسرائے ایشان از دست افغان وروس ورومی خلاص کردیم (تاریخ جہاں کشائے نادری ص۱۹۶)

سب لوگوں نے بالاتفاق کہا کہ اب ایران کا ایک بچہ بھی سوائے تمہارے کسی کی بادشاہی پر رضامند نہیں ہے لیکن وہ برابر انکار کرتا رہا۔ اس انکار واصرار میں تقریباً ایک مہینہ کا عرصہ گذر گیا اور جب لوگوں نے اس کا دامن نہ چھوڑنا چاہا تو اس نے کہا

"اززمان رحلتِ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چہار خلیفہ بعد ازیکدگر متکفل امر خلافت شدہ اند کہ ہند وروم و ترکستان ہمگی بخلافت ایشاں قائل اند در ایران ہم سابقاً ہمیں مذہب رائج ومتداول بود۔ شاہ اسمعیل صفوی در مبادی حال بنا بر صلاح دولت خود ایں مذہب را متروک ومذہب تشیع را مسلوک داشتہ بعلاوہ آں سب ورفض راکہ فعل بیہودہ مایۂ مفاسد است درالسنہ وافواہ عوام واوباش دائر وجاری کردہ شرر شرارت بچقماق زدوبرہم زنی انگیخت وخاک ایراں رابخون فتنہ وفساد آمیخت وما دام کہ ایں فعل مذموم انتشار داشتہ باشد ایں مفسدہ ازمیانِ اہل اسلام رفع نخواہد شد۔ ہرگاہ اہالی ایران بسلطنت ما راغب وآسائش خود را طالب باشند باید کہ ایں ملت راکہ مخالف مذہب اسلاف کرام ماست تارک وبمذہب اہل سنت وجماعت سالک شوند۔ لیکن چوں حضرت امام جعفر صادق ذریۂ رسول اکرم وممدوح امم ہستند وطریقۂ اہل ایران بمذہب آنحضرت آشناست اوراسر مذہب خود ساختہ در فروعات مقلد طریقہ واجتہاد آنحضرت باشند" (تاریخ جہاں کشائے نادری ص۱۹۷)

اہل ایران نے اس کی بات قبول کر لی۔ اور محضر لکھکر سب نے اس پر مہر لگا ئی۔ اسوقت نادر نے ایران کا تخت قبول کیا اور کہا کہ چونکہ بادشاہ روم خلیفہ اسلام ہے اسلئے میں یہ تمام سرگزشت لکھکر اس کے دربار میں ایلچی بھیجتا ہوں تاکہ باہم مصالحت اور دوستی قائم ہو جائے اور اختلافات مٹ جائیں۔ نیز میں اس سے پانچ باتوں کی درخواست کرونگا۔

(۱) چونکہ اہل ایران اپنے سابقہ عقائد سے جو موجب عداوت تھے تائب ہو گئے اسلئے خلیفہ و علمار و قضاۃ عثمانی سے درخواست ہے کہ مذہب جعفری کو ایک پانچواں مذہب شمار کرکے اسکی صحت تسلیم کرلیں۔

(۲) کعبہ میں جہاں چار مصلے قائم ہیں وہاں ایک مصلیٰ جعفری مذہب کا بھی قائم کر دیا جائے تاکہ ایران کے لوگ اس مصلے پر اپنے امام کے پیچھے نماز ادا کرسکیں۔

(۳) ایرانی قافلہ حجاج کسی ایرانی ہی میر حاج کی قیادت میں ہر سال مکہ جایا کرے اور عثمانی امرا اس کے ساتھ بھی وہی مراعات برتیں جو دوسرے ممالک مثلاً مصر یا شام کے قافلہ حجاج کے ساتھ مرعی رکھتے ہیں۔

(۴) دونوں دولتوں ایران و روم میں سے ہرایک دولت کے پاس دوسرے کے جو اسیران جنگ ہوں وہ آزاد رکھے جائیں غلام نہ بنائے جائیں۔

(۵) دونوں دولتوں کی طرف سے قنصل ایک دوسرے کے پایہ تخت میں رہا کریں تاکہ باہمی معاملات آسانی کے ساتھ طے ہوتے رہیں۔

نادر نے تخت نشیں ہونے کے بعد بار بار سفیر عثمانی دربار میں بھیجے مگر وہاں سے اس کے حسب منشا جواب نہ ملا۔ ۱۱۵۶ھ میں اس نے تیسری بار بغداد پر یورش کی تو وہاں کے والی احمد پاشا کے پاس برابر پیغام بھیجتا رہا کہ اس کے مطالبات تسلیم کئے جائیں۔ اس درمیان میں اس نے کرکوک وغیرہ کے متعدد قلعے فتح کر لئے۔ لیکن بغداد کو نہ لے سکا۔ آخر اس کے محاصرہ پر ایک کثیر فوج چھوڑکر خود نجف اشرف کی زیارت کیلئے گیا۔ اور وہاں ایک عرصہ تک مع لشکر و درگاہ وخیمہ و خرگاہ کے قیام رکھا۔

چونکہ صحرائے مغان کے عہد کی پوری تعمیل ابھی تک نہیں ہوئی تھی اور ہندوستان، افغانستان، ترکستان اور ایران کے مختلف العناصر مسلمان ایک دوسرے کی تکفیر سے باز نہیں آتے تھے۔ اسلئے اس نے تمام قلمرو میں فرمان بھیجا کہ مفتیان، علما، امرا، اور روسار ہر ملک اور ہر طبقہ کے دربار میں حاضر ہوں۔ جب چہار سمت سے یہ لوگ نجف میں آگئے تو اس نے ان سب سے پھر صحرائے مغان کے عہد کی تجدید چاہی۔ اور ہر فرقہ کے علما سے کہا کہ تم آپس کے تفرقے مٹا ڈالو۔ میں کسی طرح یہ جائز نہیں رکھ سکتا کہ میری سلطنت کے مسلمان باہم ایکدوسرے کو کافر بنائیں۔ اس نے احمد پاشا والی بغداد کے پاس لکھا کہ کسی ایسے ممتاز و معتبر عالم کو بھیجدے جو ہمارے ان علمار کو ایک مرکز پر لاکر متحد کر سکے اور ان کے اختلافات کو مٹانے میں بطور حکم عادل کے شاہد رہے۔

احمد پاشا نے علامہ عبداللہ سویدی کو جو اس زمانہ میں بغداد کے سب سے نامور عالم تھے اس کام کیلئے منتخب کیا

اور نادر شاہ کے پاس بھیجا۔

علامہ موصوف نے وہ تمام باتیں جو اس مرحلہ میں پیش آئیں یا جو بحثیں ان کو کرنی پڑیں خود قلمبند کی تھیں مصر کے ایک مطبع نے اس کو الحجج القاطعہ فی اتفاق الفرق الاسلامیہ کے نام سے شائع کیا ہے۔ ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

۱۲ رشوال ۱۱۵۶ھ یکشنبہ کے دن مغرب سے قبل میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا کہ احمد پاشا والی بغداد کا ایک آدمی میرے بلانے کو آیا۔ میں مغرب کی نماز پڑھکر والی موصوف کے دربار میں گیا۔ وہاں ان کا ندیم احمد آغا ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ پاشا نے آپ کو کیوں طلب کیا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ بولا کہ پاشا آپ کو نادر شاہ کے حسب طلب اس کے دربار میں بھیجنا چاہتا ہے جہاں ہر طرف سے علماء عجم آکر جمع ہوئے ہیں۔ آپ کو ان کے ساتھ مذہب تشیع کے متعلق بحث کرنی ہوگی۔ اگر وہ غالب آگئے تو پھر پانچویں مذہب جعفری کی صحت کو تسلیم کرلینا پڑیگا میں نے جو یہ بات سنی تو میرا بدن کانپ اٹھا اور کہا کہ احمد آغا! تم کو خوب معلوم ہے کہ نادر سخت جابر اور بڑا سفاک ہے۔ اس کے دربار میں علماء عجم کے ساتھ جو اس کے ہم مذہب ہیں میں کس طرح بحث کرسکونگا اور کیسے اُن کے عقائد کے ابطال پر دلائل قائم کرنے کی جرأت کرونگا کیونکہ وہ نہ ہماری کسی حدیث کو مانتے ہیں نہ قرآن کی تاویل کو۔ پھر جب اصول موضوعہ اور علوم متعارفہ ہمارے اور اُن کے ایک نہیں ہیں تو بحث کس بنیاد پر ہوگی؟ مثلاً فرض کرو کہ میں مسح علی الخفین کے جواز پر یہ دلیل پیش کروں کہ اس کو ۷۰ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں سے حضرت علیؓ بھی ہیں۔ وہ کہیں گے کہ عدم جواز کی روایتیں ہمارے یہاں ۰۰ اصحابیوں سے مروی ہیں جن میں سے ابو بکرؓ بھی ہیں۔ علیٰ ہذا ایک آیت کی تاویل بیان کرکے میں کسی روایت کی سند دونگا تو وہ اس کے خلاف تاویل بیان کرکے اس کی سند کسی روایت سے دینگے۔ لہذا جس طرح ممکن ہو احمد پاشا سے کہو کہ مجھے اس کام کے لئے نہ بھیجیں بلکہ حنفی یا شافعی مفتیوں میں سے کسی کو روانہ کریں آغا نے کہا کہ یہ ناممکن ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس میں آپ مطلق لب کشائی نہ کریں کیونکہ پاشا نے آپ کو بھیجنے کا قطعی فیصلہ کرلیا ہے۔ یہ سنکر میں دم بخود ہوگیا۔ اس کے بعد خود احمد پاشا آگیا۔ اس نے سارا حال سنا کر مجھے شاہ کے پاس جانے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ تمہاری حجت کو قوی کریگا اور تم کو غلبہ عطا فرمائیگا۔ میں نے کہا لیکن نادر شاہ کی حالت تو آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔ پاشا نے کہا کہ ہاں۔ میں تم کو اس بارے میں آزاد چھوڑتا ہوں۔ موقع دیکھنا تو مناظرہ کرنا ورنہ باز رہنا۔ لیکن گریز کلیتہً نہ ہونی چاہئے بلکہ مناسب طریقہ سے ان کا ابطال کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ مغلوب ہو کر ان کے مذہب کی صحت تسلیم کرلو۔ پھر کہا کہ کل دوشنبہ ہے چہارشنبہ کی صبح کو تم کو شاہ کے پاس موجود ہونا چاہئے۔ اس لئے کل ہی صبح روانہ ہوجاؤ۔ اس کے بعد اس نے میرے لئے ایک خلعت کا حکم دیا اور سواری و خدام وغیرہ کا بندوبست کردیا۔ دوسرے دن سویرے میں ان عجمیوں کے ساتھ جو بادشاہ کے یہاں سے آئے تھے روانہ ہوگیا۔ راستہ بھر اسی خیال میں غرق رہا۔ دلائل سوچتا تھا اور اس کے جواب۔ پھر جواب الجواب۔ یہانتک کہ ہجوم افکار سے میرا سر چکرانے لگا۔ اور شام کو جو مجھے پیشاب آیا تو سرخ خون کی

طرح۔ اب ہم حُلّہ ابن مزید میں پہنچے۔ یہ آبادی اسوقت ایرانیوں کے قبضہ میں آچکی ہے۔ یہاں چند اہل سنت و جماعت سے ملاقات ہوئی جنکی زبانی معلوم ہوا کہ شاہ نے ایران کے ۰ ۷ مفتی جمع کئے ہیں جو سب کے سب شیعہ ہیں اور مذہب جعفری کی صحت پر دلائل پیش کرینگے۔ یہ بات سنکر مجھے اور پریشانی ہوئی۔ پھر میں نے سوچا کہ میں تو مختار ہوں بحث نہ کرونگا لیکن میں نے دیکھا کہ میرا دل ترک بحث پر مطلقاً راضی نہیں ہوتا۔ اب میں سوچنے لگا کہ صاف صاف کہونگا کہ اگر بحث منظور ہے تو کسی ایسے ثالث کے سامنے ہو جو نہ سنّی ہو نہ شیعہ۔ اور میں مناظرہ کرونگا خواہ اس میں میرے قتل ہی تک نوبت کیوں نہ پہنچے۔ وہاں سے چلکر ہم شہر ذی الکفل میں آئے اور آبادی سے باہر ہی ٹھہر کر کچھ دیر آرام لیا۔ رات کے پچھلے پہر روانہ ہو گئے اور برُ دندان میں پہنچکر فجر کی نماز پڑھی۔ فارغ ہوتے ہی نادر شاہ کا ایک قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ جلد چلئے آپ کا انتظار ہے۔ اس مقام سے شاہ کا خیمہ دو فرسخ ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا شاہ کا یہی دستور ہے کہ جب کوئی آتا ہے تو اس کے استقبال کیلئے قاصد دوڑتا ہے یا صرف اس موقع پر ایسا کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کبھی نہیں۔ بلکہ لوگ آتے بھی ہیں تو عرصہ تک ان کو باریابی نصیب نہیں ہوتی۔ راستہ سے بجز آپ کے آج تک شاہ نے کسی کو نہیں بلایا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس عجلت سے بلانے کی غرض یہ ہو سکتی ہے کہ مجھ کو مذہب جعفری تسلیم کرنے پر مجبور کرے۔ پہلے ممکن ہے کہ دنیاوی لالچ دلائے۔ اگر میں نے اس کو قبول نہ کیا تو پھر سختی سے کام لیگا۔ بہت کچھ استغفار توبہ اور لاحول وغیرہ پڑھنے کے بعد آخر میں نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ حق کا دامن نہیں چھوڑونگا۔ دین اسلام پہلی بار اسوقت رک گیا تھا جب رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد ردّت کے معاملہ میں صحابہ نے ابوبکر کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اللہ نے انھیں کی بدولت اس کو چلایا۔ پھر دوسری بار اس وقت رکا جب خلیفہ مامون نے علماء کو خلق قرآن کے اقرار پر مجبور کیا۔ اسوقت احمد بن حنبل جیسا امام کھڑا ہو گیا۔ جس نے اس کو آگے بڑھایا۔ آج اگر میں بھی انھیں مثالوں کی پیروی کروں تو کیا عجب ہے کہ حق قائم رہ جائے۔ ورنہ میرے ساتھ لاکھوں مسلمان گمراہ ہو جائیں گے۔

آخر میں موت کیلئے ہر طرح پر تیار ہو کر کلمہ توحید و شہادت پڑھتا ہوا روانہ ہوا۔ کچھ دیر کے بعد دو اونچے اونچے جھنڈے نظر آنے لگے۔ معلوم ہوا کہ یہی شاہی معسکر ہے۔ وہاں پہنچکر دیکھا کہ بڑے بڑے سات ستونوں پر شاہی خیمہ کھڑا ہے۔ راستہ پر کشک خانہ ہے جس میں پندرہ پندرہ خیمے بالمقابل کھڑے کئے گئے ہیں۔ شاہی خیمہ کے متصل رواق (شامیانہ) ہے۔ دائیں سمت میں چار ہزار سپاہی حفاظت کیلئے رہتے ہیں اور بائیں سمت میں خالی خرگاہیں ہیں۔ جن میں کرسیاں وغیرہ رکھی ہیں۔

جب میں کشک خانہ کے قریب آیا تو وہاں ایک درباری میرے استقبال کیلئے نکلا۔ اس نے مجھ سے بغداد کے امراء، رؤسا اور احمد پاشا اور اس کے متعلقین کے حالات نام بنام پوچھنے شروع کئے۔ میں اس کی واقفیت سے حیران ہوا۔ اس نے میرے تعجب کو دیکھکر کہا کہ شاید آپ مجھے نہیں پہچانتے میرا نام عبدالکریم بیگ ہے۔ میں مدتوں بغداد میں احمد پاشا کے پاس رہا ہوں۔ آجکل دولت عثمانیہ کی طرف سے شاہ کے پاس سفارت لیکر آیا ہوں۔ اسی اثنا میں نو اشخاص ہماری طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ عبدالکریم ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھے سلام کیا

میں نے جواب دیا۔ عبدالکریم نے ان سب سے مجھکو ملایا اور یکے بعد دیگرے ان کا تعارف کرانا شروع کیا کہ یہ حسن خاں معیار الممالک ہیں۔ یہ مصطفےٰ ۔ یہ نظر علی خان۔ یہ میرزا ذکی اور یہ میرزا کافی۔

معیار الممالک جو کرجی الاصل اور شاہ حسین کے موالی میں سے ہے نادر شاہ کا وزیر ہے۔ سرسری ملاقات کے بعد یہ لوگ مجھے شاہ کے دربار میں لیچلے۔ شامیانہ کے دروازہ پر پہنچکر پردہ اٹھایا گیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ جب ہم چلیں تو آپ بھی چلیں اور جب ہم ٹھہر جائیں تو آپ بھی ٹھہر جائیں۔ شامیانہ سے گزر گئے تو ایک طرف کشادہ جگہ دیکھی وہاں حرم کے خیمے تھے۔ سامنے ایک شاندار خیمے میں نادر کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو بلند آواز سے کہا، خوش آمدید عبداللہ آفندی۔ پھر قریب آنے کا حکم دیا۔ خوانین میرے دائیں طرف تھے اور عبدالکریم بائیں طرف۔ ہم سب دس قدم چلکر رک گئے پھر شاہ نے کہا کہ اور آگے آؤ۔ الغرض اسی طرح ہم چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاکر چلتے اور رکتے اس کے پاس پہنچ گئے۔ جب صرف پانچ ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گئے۔

شاہ کا قد بلند ہے۔ چہرہ سے بڑھاپا ٹپکتا ہے۔ آگے کے چند دانت بھی گر گئے ہیں۔ عمر تقریباً ۸۰ سال کی معلوم ہوتی ہے۔ ڈاڑھی حنا اور وسمہ سے رنگی ہوئی ہے۔ دونوں ابرو کمان کی طرح کشیدہ ہیں اور آنکھوں سے زردی نمایاں ہے ایک سفید چوگوشہ کلاہ عجمی سر پر ہے جس پر عمامہ ہے جو موتی، یاقوت الماس اور ہر قسم کے جواہر سے مزین ہے۔ گلے میں موتی کے ہار ہیں اور قبا کے دونوں مونڈھوں پر جواہرات ٹکے ہوئے ہیں۔ الغرض وہ اپنی شکل ولباس کے باعث پُر تمکنت وجلال معلوم ہوتا ہے۔ جب میں نے قریب سے اس کو دیکھا تو وہ تمام رُعب جو اُس کا میرے دل پر بیٹھا ہوا تھا جاتا رہا۔ اس نے ترکی زبان میں میرے ساتھ گفتگو شروع کی۔ پہلے احمد خاں (پاشا) کی خیریت دریافت فرمائی۔ پھر کہا آپ کو معلوم ہے کہ میری سلطنت میں ترکستان و افغانستان بھی ہیں۔ وہاں کے لوگ ایرانیوں کو کافر کہتے ہیں اور ایرانی ان کو کافر سمجھتے ہیں حالانکہ سب ایک ہی امت کے ہیں اور ایک ہی دین کے پیرو۔ اسلئے میں نہیں چاہتا کہ میری سلطنت میں ایسے مسلمان رہیں جو ایک دوسرے کو کافر بنائیں۔ میں نے آپ کو اسی غرض سے طلب کیا ہے کہ میری طرف سے وکیل بنکر ان کے باہمی تکفرات کو رفع کر دیجئے اور ہر فرقہ کو پابند کر دیجئے کہ وہ ان امور سے باز آجائے جن سے کفر عائد ہوتا ہے تاکہ کوئی ان کو کافر نہ بنا سکے جو کچھ آپ دیکھیں اور سنیں اس کو مجھ سے بھی آکر کہئے اور بغداد پہنچنے پر احمد پاشا کو بھی سنائیے۔

اس کے بعد ہم کو وہاں سے واپسی کی اجازت ملی۔ اور میری میزبانی کیلئے اعتماد الدولہ نامزد کئے گئے۔ میں وہاں سے نہایت خوش ہو کر نکلا۔ کیونکہ میرا جو خطرہ تھا اس کے برخلاف شاہ نے سارے مذہبی اختیارات میرے ہاتھ میں دیدیے اب ہم اعتماد الدولہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نظر علی خاں عبدالکریم بیگ اور ابوذر بیگ جو تینوں میری خدمت کے لئے مامور تھے ساتھ ساتھ چلے۔ اعتماد الدولہ خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا لیکن بدستور بیٹھا رہا۔ میرے دل میں اس سے سخت انفعال اور غصہ پیدا ہوا کہ اس شخص نے اپنی رعونت سے علم اور اہل علم کی اہانت کی اور میں سوچنے لگا کہ جبکہ نادر شاہ نے جملہ تکفرات کے اٹھا دینے کا وکیل مطلق مجھے بنا دیا ہے۔ میں اس سے

اس کی شکایت ضرور کرونگا اور اس کفر کو جو اسلامی شان کے بالکل خلاف ہے سب سے پہلے مٹاؤنگا۔ مگر جونہی کہ میں بیٹھ چکا اعتماد الدولہ کھڑا ہوا اور اس نے ادب سے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور میری طرف جھکتا ہوا مرحبا کہکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ ایرانیوں کا تعظیمی دستور یہی ہے۔ لہذا اب اس کی طرف سے کوئی شکایت مجھے نہیں رہی اعتماد الدولہ دراز قامت، سفید رو، اور کشادہ چشم ہے۔ ڈاڑھی پر حنا اور وسمہ کا خضاب کرتا ہے۔ عاقل نرم خو اور خلیق ہے۔

جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو حکم آیا کہ میں ملّاباشی (درباری علامہ ملّا علی اکبر) سے ملوں۔ میں سوار ہوا۔ میزبانوں کی جماعت رفاقت میں تھی۔ راستہ میں ایک شخص افغانی لباس میں ملا۔ اس نے سلام کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ بولا کہ ملّا حمزہ افغانستان کا مفتی۔ میں نے کہا کہ شاہ نے مجھ کو وکیل مطلق بنایا ہے کہ ایرانیوں سے ہر قسم کے مکفرات اٹھا دوں۔ تم چونکہ سُنّی ہو اسلئے میں تم سے امید رکھتا ہوں کہ اگر وہ کوئی فعل اس قسم کا کرتے ہوں۔ جو منجر بہ کفر ہو اور مجھ سے اس کو چھپائیں تو مجھے مطلع کر دینا۔ کیونکہ میں ان کے حالات۔ عقائد اور عبادات سے اسقدر واقف نہیں ہوں جسقدر کہ تم لوگ ہو۔

ملّا حمزہ نے کہا کہ آپ شاہ کی باتوں سے دہوکے میں نہ آجائیں درحقیقت اس نے آپ کو ملّاباشی کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ مناظرہ کرے۔ ایران کے تمام علما اس کا ساتھ دیں گے لہذا آپ ہوشیار رہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے بحث کا زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ صرف ڈر یہ ہے کہ وہ ناانصافی نہ کریں یا جو کچھ مجلس مناظرہ میں میں کہوں اس کے خلاف شاہ سے جاکر بیان کریں اس نے کہا کہ اس سے آپ خاطر جمع رہیں۔ اس مجلس میں شاہ کے مخبر ہیں بلکہ جنرلوں پر مخبر ہیں ان کے علاوہ خاص جاسوس ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک لفظ بھی خلاف واقعہ شاہ کے سامنے کوئی بیان کر سکے۔

اب ہم ملّاباشی کے خیمہ کے قریب پہنچگئے۔ وہ منتظر تھا۔ استقبال کیلئے نکلا۔ گندم گوں اور پستہ قد آدمی ہے مجھکو لیجاکر صدر پر بٹھایا اور خود سامنے شاگردوں کی طرح ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ مجمع کثیر تھا۔ ہر ملک کے علماء جمع تھے پہلے اس نے مجھ سے رسمی باتیں کیں۔ اس کے بعد افغانی مفتی کو مخاطب کرکے کہا کہ تم نے ہادی خواجہ (قاضی بخارا) کو دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ ملاباشی نے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ اس نے اپنا لقب بحر العلم کیوں رکھا ہے اس کو تو علم سے ذرا بھی مس نہیں۔ بخدا اگر میں حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق دو دلیلیں بھی بیان کروں تو وہ ان کا جواب نہیں دے سکیگا۔ اور وہ کیا اہل سنت کے علماء فحول سے بھی ان کا جواب بن نہ پڑے گا۔ اس آخری جملہ کو اس نے تین بار دہرایا۔ اسلئے لازم آگیا کہ میں ان دونوں دلیلوں کو پوچھوں اور ان کے جو جواب ہوسکتے ہوں پیش کروں۔

میں، جناب ذرا میں بھی سنوں کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے ثبوت میں آپ کی وہ کونسی دو دلیلیں ہیں جن کا جواب آپ کے خیال میں کسی بڑے سے بڑے سنی عالم سے بھی نہیں ہوسکتا۔

ملّاباشی:۔ میں آپ سے پہلے یہ پوچھ لینا چاہتا ہوں کہ آنحضرتؐ کا یہ قول حضرت علیؓ کے متعلق آپ کے یہاں مسلّم ہے یا نہیں کہ "انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی"

میں: ہاں یہ حدیث مشہور ہے۔
ملا باشی:۔ تو کیا اس حدیث کا منطوق و مفہوم صریحًا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ خلیفہ برحق علی ابن ابیطالب ہیں؟
میں۔ دلیل کی صورت معرضِ بیان میں لائیے۔
ملا باشی:۔ جب آنحضرتؐ نے ہارونؑ کے تمام منازل و مراتب حضرت علیؓ کیلئے فرما دیے اور ان میں سے کوئی چیز بجز نبوت کے مستثنیٰ نہ کی تو ثابت ہو گیا کہ خلیفہ برحق حضرت علیؓ ہیں کیونکہ ہارون کا اولین مرتبہ تو خلافت ہی تھا۔ اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کے خلیفہ ہوتے۔
میں: آپ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو قضیہ موجبہ کلیہ سمجھتے ہیں لہذا یہ بتائیے کہ اس ایجاب کلی پر کونسا لفظ دلالت کرتا ہے کہ ہارونؑ کے تمام منازل حضرت علیؓ کو حاصل ہیں۔
ملا باشی:۔ اسلئے کہ منزلۃِ ھارون میں جو اضافت ہے وہ بقرینہ استثنا استغراقی ہے۔
میں:۔ سنئے۔ یہ حدیث اولاً تو نص جلی نہیں ہے اور آپ کے یہاں امامت یا خلافت کے ثبوت کے لئے نص جلی درکار ہے۔ ثانیاً محدثین نے اس کے متعلق اختلافات کئے ہیں کسی نے اس کو صحیح کہا ہے کسی نے حسن اور کسی نے ضعیف۔ یہانتک کہ ابن جوزی نے جو نقد حدیث کا بہت بڑا امام ہے اسکو قطعاً موضوع قرار دیا ہے۔
ملا باشی:۔ نص جلی ہمارے یہاں شرط ہے نہ کہ آپ کے یہاں سو ہم حضرت علیؓ کی خلافت کیلئے دوسری حدیثیں پیش کرتے ہیں جو نص جلی ہیں لیکن چونکہ اہل سنت کے نزدیک وہ نامقبول ہیں اس لئے ان کے واسطے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔
میں: یہ حدیث مختلف وجوہ سے دلیل نہیں بن سکتی۔ اولا یہ کہ استغراق کا دعویٰ جو آپ نے کیا وہ ممنوع ہے کیونکہ ہارون حضرت موسیٰؑ کے ساتھ نبی تھے اور حضرت علیؓ میں یہ بات نہ تھی حالانکہ استثنا تو نبوت بعد از وفات کا ہے ثانیاً ہارون حضرت موسیٰؑ کے ماں جائے بھائی تھے اور حضرت علیؓ نبی کے ساتھ یہ رشتہ نہیں رکھتے تھے لہذا استغراق کا دعویٰ تو قطعاً باطل ہوا اب اس کی دلالت ظنی رہ گئی جو اصولاً صرف ایک منزلت پر ہوگی جیسا کہ منزلۃ کی تا وحدت سے خود ظاہر ہے اسلئے یہ اضافت عہد ہے نہ کہ استغراق اور مقصود یہ ہے کہ علیؓ خلافت جنگ تبوک میں میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہیں جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کے ساتھ اسوقت تھی جب انھوں نے حکم دیا تھا "اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ"۔
ملا باشی: تو پھر کیا اس استخلاف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ صحابہ میں افضل تھے اور نبی کے بعد ان کی جانشینی کے سب سے زیادہ مستحق۔
میں:۔ نہیں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے علاوہ اور صحابہ کو بھی آپ نے اپنی جانشینی کا زندگی میں شرف بخشا ہے مثلاً ابن ام مکتوم وغیرہ کو۔ پھر وہ بھی بعد وفات کے اس دلیل سے خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہونگے۔ علاوہ بریں اگر یہ استخلاف کوئی فضیلت ہوتی تو حضرت علی اس پر ناراضی کا اظہار نہ کرتے جیسا کہ

انھوں نے کہا کہ آپ مجھ کو کمزوروں، بچوں اور بوڑھی عورتوں کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی اس کبیدگی کو دفع کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ "انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ" فرمایا تھا ملا باشی:۔ لیکن لحاظ عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

میں:۔ خصوص سبب کو میں نے دلیل نہیں گردانا ہے بلکہ اس کو قرینہ بتلایا ہے کہ یہاں ایک منزلت جو مراد ہے اس سے صرف وہی خلافت مخصوصہ، جنگ تبوک ہے نہ کہ اور کوئی خلافت۔ اس کے بعد ملا باشی خاموش رہ گیا اور اس کے کثیر طرفدار علماء میں سے بھی جو اس کی حمایت کیلئے پس پشت بیٹھے ہوئے تھے کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔ اب اس نے اپنی دوسری دلیل شروع کی اور کہنے لگا کہ میری دوسری دلیل تو ایسی ہے کہ اس میں قطعاً کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

میں:۔ اس کو بھی بیان فرمائیے۔

ملا باشی:۔ وہ آیت مباہلہ ہے قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ۔

میں:۔ استدلال کی شکل بیان کیجئے۔

ملا باشی:۔ جب نجران کے نصاریٰ مباہلہ کیلئے آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گود میں حسینؓ کو اٹھایا اور حسن کا ہاتھ پکڑا۔ پیچھے فاطمہ تھیں اور ان کے پیچھے علی رضی اللہ عنہم۔ ظاہر ہے کہ دعا کے لئے وہی لوگ منتخب ہو سکتے ہیں جو سب سے افضل ہوں۔

میں۔ یہ منقبت ہوئی نہ کہ فضیلت۔ اکثر صحابہ بعض خصوصیات سے مختص ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں اور یہ باتیں ان لوگوں سے مخفی نہیں ہیں جو تاریخ وسیر کا مطالعہ کرتے ہیں مگر یہ خصوصیات فضیلت کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ فرض کرو کہ دو قبیلوں میں جنگ ہو۔ ان دونوں کے رؤسا صرف اپنے اپنے خاص خاص متعلقین کو ساتھ لیکر مبارزہ کریں تو یہ دلیل اس امر کی نہیں ہو سکتی کہ ان قبیلوں میں ان رؤسا کے خاص عزیزوں سے بڑھکر کوئی بہادر نہ تھا اور یہ چونکہ دعا کا موقع تھا جس میں خاص متعلقین کی موجودگی سے خشوع زیادہ بڑھ جاتا ہے اسلئے مقتضائے مقام یہی تھا کہ آنحضرتؐ انھیں حضرات کو اپنے ساتھ لے جاتے۔

ملا باشی:۔ ہاں تو خشوع نتیجہ ہے فرط محبت کا۔ اور ہم یہی تو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو یہی حضرات سب سے زیادہ محبوب تھے۔

میں۔ یہ طبعی اور جبلّی محبت ہے نہ کہ اختیاری جس سے کوئی فضیلت ثابت ہو سکے۔ انسان یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اس کے بیٹوں یا خاص عزیزوں سے دوسرے لوگ ہر لحاظ سے افضل ہیں پھر بھی طبعاً ان کی محبت پر مجبور ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کو سب جانتے ہیں۔

ملا باشی:۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ایک خاص نکتہ ہے جس کی وجہ سے ہم حضرت علیؓ کی افضلیت کی

دلیل اس کو سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ ابنائنا سے مراد ہیں حسنؓ وحسینؓ۔ نسائنا سے فاطمہ اور انفسنا سے آنحضرت اور علیؓ۔ اسلئے حضرت علیؓ نفس نبی ہوئے اور یہ انتہائی فضیلت ہے۔

میں:۔ یہ تو میں پہلے سمجھ گیا تھا کہ تم اصول سے ناواقف ہو لیکن اب معلوم ہوا کہ عربیت سے بھی ناآشنا ہو سنو! نفس جمع قلت ہے جو جمع متکلم کی طرف مضاف ہے اور جمع جب جمع کی طرف مضاف ہوتی ہے تو تقسیم آحاد کی مقتضی ہوتی ہے مثلاً "رکب القوم دوابھم" اس کے یہ معنے نہیں کہ جملہ اشخاص سب گھوڑوں پر چڑھ گئے بلکہ ہر ہر شخص اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور یہ قاعدہ متعارف ومتداول ہے اور کتب نحو میں بہ تصریح مذکور

یہ سنکر وہ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب اس سے بن نہ پڑا۔ کہنے لگا کہ میرے پاس ایک دلیل اور بھی ہے میں نے کہا کہ اسے بھی پیش کیجیے۔

ملا باشی:۔ آیت اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ کی تفسیر میں جملہ اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ حضرت علی کے متعلق نازل ہوئی ہے اور آیت میں انما کلمۂ حصر ہے جس سے ان کا افضل امت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

میں: اس دلیل کے متعدد جوابات ہیں۔

میں اسی قدر کہنے پایا تھا کہ اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے فارسی زبان میں اس سے کہا کہ یہ بحث چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ شخص تمہاری ہر دلیل کو توڑتا چلا جائیگا اور لوگوں کی نگاہوں میں تم اسی قدر گرتے جاؤ گے یہ سنکر اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا کہ آپ فاضل شخص ہیں میری ہر دلیل کا جواب دیسکتے ہیں لیکن میرا روئے سخن تو دراصل بحر العلم کی طرف تھا۔ میں نے کہا کہ آغاز سخن میں آپ نے فرمایا تھا کہ فحول علماء اہل سنت بھی میری دلیلوں کا جواب نہیں دیسکتے اس بنا پر میں نے گفتگو کی ورنہ مجھے کوئی بحث نہ تھی۔

ملا باشی: میں عجمی شخص ہوں۔ عربی بولنے میں کبھی کبھی مقصود کے خلاف بھی الفاظ میری زبان سے نکل جاتے ہیں۔

میں۔ اچھا اب میں دو سوال کرتا ہوں جس کی بابت مجھکو یقین ہے کہ علماء شیعہ میں سے کوئی بھی ان کے جواب نہ دیسکیگا

ملا باشی:۔ وہ کیا ہیں؟

میں:۔ کیا تمہارے یہاں روایت مسلم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد تمام صحابہ (بوجہ حضرت علی کی خلافت پر بیعت نہ کرنے کے) مرتد ہو گئے بجز پانچ کے۔ حضرت علی۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان فارسی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم۔

ملا باشی۔ ہاں۔ مسلم ہے۔

میں۔ اگر معاملہ یہ تھا تو پھر کیوں حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر کے ساتھ کیا؟

ملا باشی:۔ مجبوراً دباؤ سے۔

میں:۔ بخدا تم نے حضرت علیؓ کی ایسی منقصت پر عقیدہ رکھا ہے جس کو ادنیٰ عرب بلکہ اجلاف بازاری بھی اپنے لئے

جائز نہ رکھیں گے۔ اگر جبراً کسی کی بیٹی کوئی بیاہ لے تو کیا اس کی زندگی بےعزتی کی زندگی نہیں ہے؟ پھر تم کیسے دعوٰی کر سکتے ہو کہ حضرت علی اسد اللہ، شیر خدا، شاہ مرداں اور شجاع دوراں تھے۔

ملا باشی: یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کے یہاں بجائے ام کلثوم کے کوئی چڑیل یا جننی رخصت کی گئی ہو۔

میں:۔ یہ جواب اس سے بھی عجیب تر ہے اگر اس احتمال کا دروازہ کھولا جائے تو شریعت کا کوئی لفظ اپنی جگہ پر باقی نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک شخص اپنی منکوحہ کے پاس جاتا ہے وہ کہتی ہے کہ ممکن ہے کہ تم میرے شوہر نہ ہو بلکہ جن یا بھوت ہو۔ اگر وہ دو گواہ پیش کرے تو وہ کہہ سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ انسان نہ ہوں بلکہ غول بیابانی ہوں۔ علیٰ ہذا ایک قاتل عدالت میں پیش کیا جائے وہ بیان کرے کہ میں نے قتل نہیں کیا ممکن ہے کہ کوئی جن میرا ہمشکل بن گیا ہو۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مذہب جعفری جس کو تم حق سمجھتے ہو ممکن ہے کہ امام جعفر سے مروی نہ ہو بلکہ کسی جن سے ہو جس نے ان کی شکل اختیار کر لی ہو۔ الغرض وہ اب کے بھی ساکت ہوا۔ اور ایک حرف آگے نہ چل سکا۔ اب میں نے دوسرا سوال پیش کیا اور پوچھا کہ ظالم خلیفہ کے افعال کی بابت تمہارا کیا عقیدہ ہے؟

ملا باشی:۔ غیر نافذ ہیں شرعاً اور دیانتاً۔

میں۔ یہ بتلایئے کہ حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی والدہ کس قبیلہ کی تھیں؟ اور کس نے ان کو مال غنیمت میں حاصل کیا تھا؟

ملا باشی:۔ میں نہیں جانتا (میرے خیال میں اس نے صحیح نہیں کہا کیونکہ ممکن نہیں کہ وہ اس بات کو نہ جانتا ہو) لیکن علمائے شیعہ میں سے ایک نے کہا کہ وہ بنی حنیفہ میں سے تھیں۔ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں ان کے حکم سے بنی حنیفہ کے ساتھ جو لڑائی ہوئی تھی اس میں گرفتار ہو کر قیدیوں کے ساتھ آئی تھیں۔

میں: پھر حضرت علیؓ نے یہ کیسے جائز سمجھا کہ خلیفۂ ظالم کے مال غنیمت میں سے کنیز لیکر اس سے اولاد پیدا کریں اس معاملہ میں تو نہایت احتیاط کی ضرورت تھی۔

ملا باشی۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو خود بنی حنیفہ سے بطور ہبہ کے مانگ لیا ہو۔

میں۔ اس کی کوئی دلیل؟

اسپر ہر طرف خاموشی تھی۔

میں:۔ میں نے قصداً احتیاط رکھی کہ کوئی حدیث یا کوئی آیت آپ کے سامنے پیش نہ کروں اسلئے کہ ممکن ہے کہ ہم دونوں اس کی صحت یا اس کی تاویل میں متفق نہ ہوں۔ اور استدلال صرف انھیں باتوں سے ہو سکتا ہے جو فریقین کے نزدیک مسلم ہوں۔ میرے یہ دونوں سوالات عقل و عرف کی بنا پر تھے۔

اس مناظرہ کی لفظ بہ لفظ صحیح خبریں شاہ تک پہنچ گئیں۔ اس نے حکم دیا کہ جملہ علماء باہم جمع ہو کر تکفیرات کو اٹھا دیں اور ایک دوسرے کی تکفیر سے دستبردار ہو جائیں اور میں ان کا حکم رہوں۔ اسلئے ہم سب ملا باشی کے خیمہ سے نکلکر اس مجمع کی طرف چلے جو ضریح علیؑ کے متصل اس غرض کیلئے جمع ہوا تھا۔

علمار ایران کی تعداد ۷۰ تھی جن میں سے صرف ایک شخص مفتی اردلان سنی تھا اور باقی سب شیعہ۔ ان میں سے ممتاز حضرات کے نام میں نے اسی وقت لکھ لئے تھے۔

(۱) ملّا باشی علی اکبر (۲) مفتی رکاب آقا حسن (۳) ملا محمد امام لاہجان (۴) آقا شریف مفتی مشہد رضا (۵) میرزا برہان قاضی شروان (۶) شیخ حسن مفتی اردمیہ (۷) میرزا ابوالفضل مفتی قم (۸) حاجی صادق مفتی جام (۹) سید محمد مہدی امام اصفہان (۱۰) حاجی محمد زکی کرمانشاہ (۱۱) حاجی محمد شامی مفتی شیراز (۱۲) میرزا اسداللہ مفتی تبریز (۱۳) ملا طالب مفتی مازندران (۱۴) ملا محمد مہدی نائب صدر مشہد (۱۵) ملا محمد صادق مفتی خلخال (۱۶) محمد مومن مفتی استرآباد (۱۷) سید محمد تقی مفتی قزوین (۱۸) ملا محمد حسین مفتی سزاوار (۱۹) سید بہار الدین مفتی کرمان (۲۰) سید احمد مفتی اردلان شافعی۔

افغانستان کے علمار جو سب کے سب حنفی تھے حسب ذیل تھے :-

(۱) شیخ فاضل ملا حمزہ قلنجانی مفتی افغانستان (۲) ملا امین قلنجانی قاضی افغانستان (۳) ملا دنیا خلقی (۴) ملا طٰہٰ افغانی مدرس مدرسہ نادر آباد (۵) ملا نور محمد قلنجانی (۶) ملا عبدالرزاق قلنجانی (۷) ملا ادریس ابدالی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد علمار ترکستان آئے جن کی تعداد سات تھی۔ ان کے آگے آگے ایک شیخ تھا جس کے چہرہ سے رعب اور وقار برستا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پر دیکھنے والے کو خیال گزرتا تھا کہ امام اعظم کے شاگرد رشید امام ابو یوسف چلے آرہے ہیں۔ ایرانیوں نے اس خیال سے کہ میں ان سے کوئی بات نہ کرسکوں۔ مجھ سے پندرہ آدمیوں کے فاصلہ پر بائیں طرف ان کو بٹھایا۔ اسی طرح افغانی علمار کو بھی دائیں طرف مجھ سے دور جگہ دی۔ ترکستانی علمار کے نام یہ ہیں :-

(۱) علامہ ہادی خواجہ بحر العلم قاضی بخارا حنفی (۲) میر عبداللہ صدور بخارا حنفی (۳) قلندر خواجہ بخاری حنفی (۴) ملا امید صدور بخاری حنفی (۵) بادشاہ میر خواجہ بخاری حنفی (۶) میرزا خواجہ بخاری حنفی (۷) ابراہیم بخاری حنفی۔

جب مجلس بیٹھ چکی ملّا باشی نے بحر العلم کو مخاطب کیا اور کہا کہ آپ اس شخص (میری طرف اشارہ کرکے) کو پہچانتے ہیں بحر العلم نے کہا کہ نہیں۔ ملّا باشی نے کہا کہ یہ فضلار اہل سنت میں سے ہیں شیخ عبداللہ آفندی۔ ان کو احمد پاشا والی بغداد نے شاہ کے حسب طلب بھیجا ہے تاکہ اس مجلس میں ہمارے نگراں اور شاہد رہیں۔ شاہ نے ان کو اپنا وکیل بنا دیا ہے جن امور پر ہمارا اتفاق ہوتا جائیگا یہ شاہد رہیں گے۔ لہذا آپ ان تمام امور کو بیان کریں جن کی بنا پر ہم شیعوں کی تکفیر کرتے ہیں تاکہ اگر واقعی وہ موجب کفر ہوں تو ہم اس سے باز آجائیں۔ ورنہ حقیقت میں تو ہم کافر نہیں ہیں خود امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی۔ چنانچہ جامع الاصول میں ہے کہ اسلام کے پانچ مذاہب ہیں جن میں سے ایک مذہب جعفری بھی ہے۔ اسی طرح صاحب مواقف نے بھی امامیہ کو اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کیا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا قول فقہ اکبر میں ہے کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے۔ شرح ہدایہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امامیہ اسلام ہی کا ایک فرقہ ہے لیکن باوجود متقدمین کی ان تصریحات کے بھی متاخرین نے غلو اور تعصب سے کام لیکر ہم کو کافر بنانا شروع کیا۔ جسطرح ہمارے فرقہ کے لوگوں نے آخر میں سنیوں کی تکفیر شروع کردی۔ حالانکہ نہ ہم کافر ہیں نہ تم۔ بہر صورت ہمارے اندر کفر کی جو باتیں آپ کے خیال میں ہوں ان کو ظاہر کیجئے۔

بحرالعلم۔ سب شیخین۔

ملا باشی۔ ہم نے اس کو چھوڑا۔

بحرالعلم۔ تم صحابہ کرام کو کفار، مرتد اور گمراہ کہتے ہو۔

ملا باشی۔ سارے صحابہ عدول ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

بحرالعلم۔ متعہ کو حلال سمجھتے ہو۔

ملا باشی۔ متعہ حرام ہے جو اس کی حلت کا قائل ہو وہ سفیہ ہے۔

بحرالعلم۔ تم علیؓ کو ابوبکرؓ پر فضیلت دیتے ہو اور کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہی خلیفۂ برحق تھے۔

ملا باشی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔ پھر عثمانؓ۔ پھر علیؓ رضی اللہ عنہم ہیں اور ان کی خلافتیں بھی اسی ترتیب کے ساتھ ہیں۔

بحرالعلم: تمہارا اصول اور عقیدہ کیا ہے؟

ملا باشی: ہم ابوالحسن اشعری کے عقیدہ پر ہیں۔

بحرالعلم۔ شرط یہ ہے کہ شرع کی کسی حلال چیز کو حرام یا حرام کو حلال نہ بناؤ۔

ملا باشی۔ یہ شرط منظور ہے۔

بحرالعلم نے اس کے بعد کچھ اور شرطیں بھی پیش کیں جن کو کفر سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ ملا باشی نے ان سب کو قبول کیا پھر کہا کہ جب ان سب امور کے ہم پابند ہو گئے تو اب تم کو ہمارے مسلمان شمار کرنے میں کیا عذر ہے۔

بحرالعلم۔ شیخین پر تبرا کفر ہے۔

ملا باشی:۔ ہم نے اس کو چھوڑا۔

بحرالعلم (کچھ دیر تک سکوت کے بعد) لیکن شیخین کو برا کہنا تو کفر ہے۔

ملا باشی،۔ جناب ہم نے تو اس کو چھوڑ دیا پھر بھی آپ ہم کو کفار ہی کہتے رہیں گے۔

بحرالعلم:۔ بہرصورت سب شیخین تو کفر ہے۔

مراد بحرالعلم کی یہ تھی کہ سب شیخین چونکہ کفر ہے[۱] اور جس سے کفر صادر ہو مذہب حنفی کے مطابق اس کی توبہ قبول نہیں پھر میں کیسے تسلیم کرلوں کہ یہ شیعہ مسلمان ہیں جبکہ یہ کفر ان سے سرزد ہو چکا ہے۔

آخر مفتی افغان ملا حمزہ نے کہا کہ ہادی خواجہ! کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت موجود ہے کہ ان سے سب شیخین کا کفر صادر ہوا ہے جو تم ان کی توبہ نہیں قبول کرتے۔ بحرالعلم نے کہا کہ نہیں۔ ملا حمزہ نے کہا کہ جب وہ حتمی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تبرا نہ کہیں گے تو پھر اس کے قبول کر لینے میں کونسی شے مانع ہے۔ اس پر بحرالعلم نے کہا کہ اچھا۔ یہ لوگ بھی

---

[۱] لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ سب شیخین کفر ہے نہ ناقابلِ توبہ۔ یہ فتاوے جن لوگوں نے دیئے ہیں ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خاص خاص اسباب سے وہ شیعوں سے ذاتی تعصب اور عداوت رکھتے تھے۔ اسلم

مسلمان ہیں جو ہمارے حقوق وہ ان کے حقوق۔

جب یہ بات طے ہوگئی توشیعہ ۔حنفی اور شافعی تینوں فرقوں کے علما امرا اور اعیان کھڑے ہوگئے۔ باہم مصافحہ اور معانقہ کرنے لگے اور ایک دوسرے سے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی طرح بغلگیر ہونے لگے۔

اسوقت ہمارے پس پشت ارد گرد عجمی امرا اور تماشائیوں کا ہجوم دس ہزار سے کم نہ تھا۔ جوسب کے سب جوش سرور اور فرط مسرت سے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔

یہ مجلس بحسن وخوبی چہارشنبہ کے دن مغرب سے پہلے ختم ہوگئی۔ رات کو دس بجے شاہ کی طرف سے ایک آدمی آیا جس نے کہا کہ شہنشاہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ کی مساعی کے شکر گزار ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ کل کی مجلس میں جب آج کی باتوں کا عہدو پیمان ہوگا اور ہر فریق محضر پر دستخط کرے گا آپ بطور شاہد اور میرے وکیل کے موجود رہیں گے اور محضر کی پیشانی پر خود اپنے قلم سے اپنی شہادت تحریر کریں گے اور مہر لگائیں گے۔

میں نے کہا کہ بسر وچشم میں اس حکم کی تعمیل کرونگا۔

دوسرے دن یعنی پنجشنبہ ۲۵ر شوال کو ضریح علیؓ کے سامنے دوپہر سے پہلے اجتماع ہوا۔ ہم سب لوگ وہاں پہنچے۔ حاضرین کی تعداد کم سے کم ساٹھ ہزار تھی۔ محضر نامہ سات بالشت کے کاغذ پر فارسی زبان میں لکھا گیا تھا۔ ملا باشی نے مفتی رکاب آقا حسین کو جو بلند آواز شخص تھا اس کے سنانے کا حکم دیا۔ اس نے مجمع عام میں پڑھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

"اللہ جل شانہٗ اس دنیا میں سلسلہ وار رسول بھیجتا رہا۔ سب کے آخر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے اپنا رسول بناکر بھیجا جس پر رسالت ختم کردی۔ ان کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق ابوبکر صدیق ابن ابی قحافہ کو ان کا جانشین بنایا اور ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ حضرت علیؓ نے بھی بطیب خاطر بلاجبر واکراہ بیعت فرمائی۔ اور باجماع صحابہ وہ امت کے امیر اور خلیفہ ہوگئے۔ پھر انھوں نے بذریعہ عہد کے عمر بن خطابؓ کو اپنا جانشین کیا۔ ان کے ہاتھ پر بھی جملہ اصحاب نے معہ حضرت علیؓ کے خوشی کے ساتھ بیعت کی۔ عمرؓ نے خلافت کو اپنے بعد چھ امیدواروں میں بطور شورے کے چھوڑ دیا جن میں سے ایک علیؓ بن ابیطالب بھی تھے۔ کثرت رائے سے حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوگئے جب وہ اپنے گھر میں باغیوں کے ہاتھ سے شہادت پاگئے اور امت بلاخلیفہ کے رہ گئی اسوقت صحابہ نے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

یہ چاروں خلفاء ایک زمانہ میں تھے۔ ان میں کبھی باہم کوئی جھگڑا نہیں ہوا بلکہ ہر ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھتا تھا اور اس کی تعریف کرتا تھا۔ یہانتک کہ جب علیؓ سے شیخین کی بابت سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ دونوں امام عادل اور برحق تھے اور اسی پر مرے۔ اسی طرح جب حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرنے لگے تو انھوں نے فرمایا کہ تم میں علی موجود ہیں پھر بھی تم میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہو۔

اہل ایران! تم کو یقین رکھنا چاہیے کہ ان کی افضلیت اور خلافت اسی ترتیب پر ہے جس طرح بیان

لیگئی۔ سو جو شخص ان کی تحقیر یا ان کی بابت کوئی ناشائستہ کلمہ زبان سے نکالیگا۔ اس کا مال۔ اولاد اور خون سب شہنشاہ کیلئے حلال ہوگا اور اس کے اوپر اللہ۔ ملائکہ اور جملہ بنی نوع انسان کی لعنت ہوگی۔ میں نے صحرا رمغان میں تخت نشینی کے وقت یہی عہد لیا تھا۔ اب جو کوئی صحابہ کو برا یا شیخین پر تبرا کہیگا اسکو اس کے اہل وعیال سمیت قید کرونگا اور مال وجائداد ضبط کرلونگا۔ یہ بدعت ایران میں کبھی نہیں تھی۔ اسکا ظہور اسماعیل شاہ صفوی کے عہد ۸۵۰ھ سے ہوا جو اب تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے "

یہ حصہ شاہ کی طرف سے تھا۔ اس کے نیچے چند سطریں تھیں جن میں باشندگان ایران کی طرف سے عہد تھا کہ :-

" ہم صحابہ کو برا نہ کہیں گے۔ اور تبرے سے دستبردار ہوئے. خلفاء اربعہ کی فضیلت اور خلافت کے ہم اسی ترتیب کے ساتھ قائل ہیں جو اس محضر میں مندرج ہے جو اس کے خلاف کرے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے آدمیوں کی لعنت ہو اور شہنشاہ کیلئے اس کا مال۔ عیال اور خون حلال ہے "

اس کے نیچے علماء وعمائد ایران کے دستخط ہوے، اور ان کی مہریں لگائی گئیں۔ پھر اس کے بعد یہی مضمون چند سطروں میں کربلا، نجف، حلہ اور خوارزم کے باشندوں کی طرف سے تھا۔ اس پر ان کی مہریں ثبت ہوئیں۔ مہر لگانے والوں میں سید نصر اللہ بن قطہ اور شیخ جواد نجفی وغیرہ ممتاز اشخاص تھے۔

پھر اس کے تحت میں چند سطریں علماء افغانستان کی طرف سے تھیں کہ ایرانی جب ان باتوں کی پابندی کریں گے جو اس محضر میں ہیں تو ہم ان کو کافر نہیں سمجھیں گے بلکہ ان کو اپنے بھائی مسلمانوں کا ایک فرقہ تسلیم کریں گے۔ اس کے نیچے ان کے دستخط ہوئے اور ان کی مہریں لگائی گئیں۔

بعینہٖ یہی مضمون ترکستانی علماء کی طرف سے بھی تھا۔ انھوں نے بھی اس پر مہریں لگائیں عنوان پر میں نے اپنی شہادت لکھکر دستخط کئے اور مہر لگائی

جب یہ تمام کارروائی ختم ہوگئی تو مجمع سے ایک خوشی کا نعرہ بلند ہوا۔ سنی اور شیعہ سب کے سب فرحناک تھے اور نہایت گرمجوشی سے باہم گلے مل رہے تھے۔ اس کے بعد شاہ کی طرف سے چاندی کی صینیوں میں خدام حلوے اور مٹھائیاں لئے ہوئے آئے اور خالص سونے کے جڑاؤ عطردان جو عنبر ومشک سے بھرے ہوئے تھے۔ اس سے مجمع کی خاطر کی گئی۔

پھر شاہ نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ میں آپ کا اور ساتھ ہی احمد خاں (پاشا) کا شکر گزار ہوں کہ مسلمانوں کو باہمی تکفیر اور خونریزی سے بچانے میں سعی فرمائی۔ میں از راہ شکر نہ کہ از راہ فخر یہ کہتا ہوں کہ اس کام کو اللہ نے میرے ہاتھ سے کرایا کہ صحابہ کرام پر تبرا کرنے سے لوگ تائب ہوئے ورنہ سلاطین عثمانیہ نے کسقدر خونریز جنگیں کیں اور بارہا لشکر لیکر چڑھائی اور لڑائی کرتے رہے مگر یہ سعادت ان کے حصہ میں نہ تھی اور میں نے بلا ایک قطرۂ خون بہائے شاہانِ صفویہ کی اس بدعت قبیح پر جو سارے ملک پر چھائی ہوئی تھی فتح حاصل کرلی۔

میں نے کہا کہ انشاء اللہ سارا ایران جیسے پہلے سنی تھا اب پھر ہوجائیگا۔ شاہ نے کہا رفتہ رفتہ۔

اس کے بعد سر اٹھا کر بولا کہ میں اگر فخر کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ میری ذات اسوقت مجموعہ ہے چار عظیم الشان سلاطین کا یعنی ہندوستان۔ افغانستان۔ توران اور ایران۔ کیونکہ ان چاروں ممالک کی زمام حکومت میرے ہاتھ میں ہے لیکن رفع تبرّا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ تائید الٰہی سے یہ امر حاصل ہوا ہے اور چونکہ میں ذریعہ ہوں اسلئے تمام عالم اسلامی کی یہ خدمت مجھ سے ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ صحابہ کرام میرے اس فعل سے خوش ہوں گے اور آخرت میں میری شفاعت کرینگے۔

اس کے بعد مجھے کہا کہ تم ابھی ٹھہر جاؤ۔ کل جمعہ ہے اور میں نے حکم دیا ہے کہ جامع کوفہ میں جمعہ پڑھا جائے اور منبر پر حسب ترتیب خلفا کا نام لیا جائے آخر میں خلیفہ عثمانی کیلئے دعا کی جائے اس کے بعد میرے لئے کیونکہ میں ان کو اپنا بڑا اور بزرگ بھائی سمجھتا ہوں۔ ان کے باپ دادا پشتہا پشت سے اسلام کی خدمت کرتے چلے آئے ہیں اور تم جانتے ہو کہ میں جب دنیا میں آیا تو میرا باپ سلطان نہ تھا۔

میں دربار سے واپس آیا۔ دیکھا کہ ہر ہر خیمہ میں ایرانی بیٹھے ہوئے اسی میثاق کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے فضائل آیات و احادیث سے نکالتے اور شاہان صفویہ کی اس رسم تبرا پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔

دوسرے دن اعتماد الدولہ ظہر کے وقت مجھے لینے کیلئے آیا کہ چل کر جمعہ میں شرکت کروں میں نے کہا کہ جامع کوفہ میں حنفیہ کے نزدیک بھی جمعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ آبادی نہیں ہے اور شافعیہ کے نزدیک بھی کیونکہ باشندوں کی تعداد چالیس تک نہیں پہنچتی۔ اس نے کہا کہ آپ جمعہ نہ پڑھیں وہاں تو صرف آپ کی موجودگی درکار ہے۔ چنانچہ میں گیا۔ جماعت میں امراء خوانین۔ علماء اور عوام تقریباً پانچہزار تھے۔ منبر پر شاہی امام تھا۔ اس نے خطبہ میں خلفاء کا حسب ترتیب نام لیا اور ان کی مدح کی پھر خلیفہ عثمانی اس کے بعد نادر شاہ کیلئے دعا مانگی اور امامیہ کے قاعدہ کے مطابق نماز پڑھائی۔ شام کے وقت شاہ نے مجھے واپسی کی اجازت دی اور میں بغداد کو روانہ ہو گیا۔

صاحب جہاں کشائے نادری نے لکھا ہے کہ نادر شاہ نے مرزا محمد علی نائب وزیر کو روانہ کیا کہ وہ تمام ایران میں دورہ کر کے خطبوں میں خلفاء اربعہ کا نام داخل کریں اور سارے ملک میں اس محضر کی اشاعت کر کے تعمیل کرائیں۔
باب عالی میں بھی یہ ساری کیفیت لکھکر درخواست کی کہ اب خلیفہ کو اس کے پانچوں مطالبات منظور کر لینے چاہئیں ایک مدت تک سفیروں کی آمد و رفت ہوتی رہی مگر ترکی کے شیخ الاسلام اور سلطان محمود خاں نے اس کی دو باتوں سے انکار کر دیا یعنی نہ مذہب جعفری کی صحت تسلیم کی نہ کعبہ میں پانچواں مصلیٰ منظور کیا۔ باقی تین مطالبات تسلیم کر لئے۔
نادر شاہ بھی مصلحت وقت دیکھکر ان دو امور کے مطالبہ سے دست بردار ہو گیا۔ بالآخر محرم ۱۱۶۰ھ میں فریقین میں عہد مصالحت لکھا گیا جس پر سلطان کی طرف سے لطیف آفندی عثمانی سفیر نے دستخط کئے۔